مدیر کے نام

حفیظ الرحمٰن احسن، لاہور

حامد عبدالرحمٰن الکاف کا مقالہ 'تفہیم القرآن: مقاصد و اہداف' (مئی ۲۰۱۲ء) خیال افروز ہے، البتہ اس کا آخری عنوان 'اہم تقاضا' محلِ نظر ہے۔ صاحبِ مضمون کی یہ تجویز کہ تفہیم القرآن کے زبان وبیان کو موجودہ حالات کے تقاضوں کے تحت تبدیل کرنے کی ضرورت ہے، جتنی سادگی سے کہہ دی گئی ہے اُتنی ہی ناقابلِ قبول ہے اور عملاً ناممکن بھی۔ اگر ایک دفعہ یہ راستہ کھول دیا گیا تو پھر تفہیم کو دانستہ یا نادانستہ تحریف سے کوئی محفوظ نہیں رکھ سکے گا اور مضمون نگار کے پیشِ نظر جو فائدہ ہے وہ بھی حاصل نہیں ہوسکے گا۔

تفہیم القرآن نے ہر سطح کے ذہن کے لوگوں کو متوجہ اور متاثر کیا ہے اور تمام دائرہ ہائے زندگی کے لوگوں اور طبقات پر قرآن فہمی کے دروازے کھول دیے ہیں۔ اس کا اسلوبِ تحریر پہلے کبھی اس کے ترسیل خیالات وافکار میں رکاوٹ بنا ہے اور نہ آیندہ کبھی بنے گا۔ البتہ اگر کچھ مقامات واقعی ایسے ہوں جو توضیح طلب ہوں تو وہ الگ مضامین کی شکل میں یا تشریحی عبارات کی شکل میں لکھے جاسکتے ہیں، لیکن تفہیم کے اصل متن میں کسی قسم کی تبدیلی ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔ جو تصانیف کلاسک کا مقام حاصل کرلیتی ہیں وہ خود اپنی جگہ ایک معیار ہوتی ہیں جس کی تقلید کی جاتی ہے۔ اُنھیں ترمیم واصلاح کی سان پر نہیں چڑھایا جاتا۔ شیکسپیئر کے بعد انگریزی زبان وادب وانشاء غیر معمولی تغیرات سے گزر چکے ہیں، لیکن شیکسپیئر کے اسلوبِ بیان کو بدلنے کے بجاے تشریحات پر کتابوں کا وسیع ذخیرہ وجود میں آچکا ہے۔

جہاں تک سائنسی حقائق کے ارتقا اور تغیرات کا ذکر ہے، اس لحاظ سے الگ معلومات مرتب کی جاسکتی ہیں اور سید مودودیؒ کے بیان کردہ سائنسی حقائق کو up to date کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ سب کچھ علمی ضمیموں کی شکل میں ہونا چاہیے جو وقتاً فوقتاً تفہیم القرآن کی مختلف جلدوں کے آخر میں شامل کردیے جائیں۔

متین فکری، اسلام آباد

'تفہیم القرآن: مقاصد واہداف' میں مصنف نے تفہیم القرآن کی تخلیق وتصنیف میں سید مودودیؒ کی محنت وعرق ریزی پر روشنی ڈالی ہے اور اسے بجا طور پر ایک حرکی تفسیر قرار دیا ہے، جو آنے والے زمانوں میں بھی اسلامی تحریکوں کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ لیکن مضمون کے آخر میں انھوں نے تفہیم کو بدلتے ہوئے

زمانے سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اس میں 'تغیر و ترمیم' کی جو تجویز پیش کی ہے وہ نہایت تعجب خیز ہے۔

سید مودودیؒ کی تفہیم القرآن عہدِ حاضر کی سب سے نمایاں تفسیر ہے۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ آنے والے زمانوں میں اس کی شرح لکھی جائے اور علما و محققین اس سے کسبِ فیض کر کے اپنے نتائج فکر پیش کریں لیکن یہ کہنا انتہائی مضحکہ خیز ہے کہ تفہیم کا طرزِ اسلوب ہی بدل دیا جائے، زبان ہی تبدیل کر دی جائے۔ یہ تجویز تو سید مودودی کے عظیم الشان علمی کارنامے کو غتربود کرنے کے مترادف ہے۔ میں یہاں یہ عرض کروں گا کہ کیا کبھی کسی نے حضرت علیؓ کی نہج البلاغہ، امام غزالیؒ کی کیمیاے سعادت، حضرت علی ہجویریؒ کی کشف المحجوب اور حضرت شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللّٰہ البالغۃ پر فرسودہ ہونے کی پھبتی کسی ہے۔ یہ اور ایسی ہزاروں کتابیں اپنی اصل برقرار رکھتے ہوئے اہلِ علم و جستجو کی اب بھی رہنمائی کر رہی ہیں اور کرتی رہیں گی۔

سرفراز حسین صدیقی، کراچی

'تفہیم القرآن: مقاصد و اہداف' میں آخر میں توجہ دلائی گئی ہے کہ تفہیم القرآن کو رائج الوقت اُردو میں از سرِنو تحریر کیا جائے۔ میری گزارش ہے کہ سید مودودیؒ کی تفہیم قرآن پاک کی ترجمانی و تفسیر کے ساتھ ساتھ ایک ادبی شاہکار بھی ہے۔ سید صاحب نے ترجمانی کے لیے اُردو کے وہ اعلیٰ اور ارفع الفاظ استعمال کیے ہیں کہ تفہیم کو بار بار پڑھنے کو دل چاہتا ہے۔ اُردو میں انگریزی کے بہت سے الفاظ رائج ہوتے جا رہے ہیں، مثلاً 'بدعنوانی' کے بجاے کرپشن۔ ان حالات میں تفہیم نئی نسل کے لیے صحیح اُردو جاننے کا ایک اہم ماخذ بھی ہے۔

نسیم احمد، اسلام آباد

'تفہیم القرآن: مقاصد و اہداف' ایک ذہن کشا کاوش ہے کہ قارئین تفسیر پر واضح ہو کہ یہ کام کتنا کٹھن ہے۔ ایک ایک لفظ کتنی دیدہ ریزی اور احتیاط اور ذمہ داری سے لکھا گیا ہے۔ تفہیم القرآن کی آیندہ نسلوں تک تازگی برقرار رکھنے کے لیے ایک ادارے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ تفہیم ایک علمی اثاثہ ہے اور اس سے وہی قارئین پوری طرح استفادہ کرسکتے ہیں جو علم اور زبان کی اُس سطح پر ہوں جس پر یہ تحریر کی گئی ہے۔ ایک اصطلاح 'حقیقت نفس الامری' عام اُردو دان کے لیے نامانوس ہے۔ اسی طرح اور بھی مشکل الفاظ ہیں۔ اگر کوئی مستقل ادارہ قائم کیا جائے تو اس کو ازخود یہ طے کرنا ہوگا کہ کون سی عبارت قابلِ تشریح ہے۔

احمد ابوسعید، حیدرآباد (آندھرا پردیش)

ایک ادارہ 'عالم گیر تحریک تفہیم القرآن' قائم کیا جائے۔ اس ادارے کو چلانے کے لیے ورثۂ مودودیؒ تجدیدی فنڈ قائم کیا جائے۔ اس ادارے کی شاخیں پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، انگلینڈ، پیرس، امریکا اور منتخب عرب ممالک میں سہولت اور امکانات کے لحاظ سے قائم کی جائیں۔ اس ادارے کی نگرانی کا ایک نظام وضع کیا جائے۔ خود جناب سید حامد عبدالرحمٰن الکاف کی خدمات سے بھی فائدہ اُٹھایا جائے۔

تنویر قمر دانش، کراچی

'تفہیم القرآن: مقاصد واہداف' (مئی ۲۰۱۲ء) میں تفہیم القرآن کا عمدہ تعارف سامنے آ گیا۔ تفہیم میں جس طرح اسرائیلی اور موضوع روایات سے پہلوتہی کی گئی ہے اور سلیس اور سادہ طرزِ تحریر سے قرآن کو نہایت آسان انداز میں سمجھایا گیا ہے، اس کی مثال عصرِ حاضر کی کسی تفسیر میں نہیں ملتی۔ اس کی ایک خصوصیت اُس کا فرقہ وارانہ اختلاف سے پاک ہونا بھی ہے۔ 'ٹیپو سلطان شہید اور انتظامِ ریاست' از ڈاکٹر محمد سہیل سے ٹیپو سلطان کی شخصیت کا منفرد پہلو سامنے آیا۔ 'کشمیر کی مظلوم بیوائیں اور نیم بیوائیں' سے بھارت کی سفاکیت کا ایک پہلو مزید سامنے آیا!

سکینہ عبدالوہاب، خوشاب

'ہجرت نبویؐ اور ہم' (جون ۲۰۱۲ء) خوب صورت اندازِ تحریر ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے قاری سفرِ ہجرت میں شریک ہے۔ ہجرت کے مراحل اور دورانِ سفر پیش آمدہ واقعات مؤثر رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔

ڈاکٹر محمد آفتاب خان، راولپنڈی

ڈاکٹر انیس احمد صاحب کا مضمون: 'جنسی تعلیم اسلامی اقدار کے تناظر میں' (جون ۲۰۱۲ء) نظر سے گزرا۔ موصوف نے جس بہترین انداز میں اس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے، وہ وقت کا ایک اہم تقاضا ہے، اور اُمت مسلمہ کو اس اہم موضوع پر رہنمائی دینے کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔

چودھری محمد یوسف ایڈووکیٹ، گوجرانوالہ

'انگریزی ذریعہ تعلیم، شیوۂ غلامی' (جون ۲۰۱۲ء) میں اُردو کی ترویج کی دستوری ذمہ داری کا ذکر کر کے ایک اہم ترین ایشو کو ہائی لائٹ کیا گیا ہے۔ اس مسئلے کو یکسوئی کے ساتھ اپنے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے بھرپور جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اس بارے میں عدالت عظمیٰ سے رجوع بھی مفید ہوسکتا ہے۔ سپریم کورٹ نے ماضی میں عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کرنے اور قصاص و دیت کے نفاذ کے لیے بہت مؤثر کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں جسٹس محمد افضل ظلہ کی خدمات تاریخ کا حصہ ہیں۔ اب نئے دور میں تو عدلیہ زیادہ فعال ہے۔

ہاجرہ مراد، لاہور

پنجاب حکومت کے فیصلے کے تحت انگلش میڈیم کو ذریعۂ تعلیم بنانے سے ملک وقوم کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، اور اسلامی تہذیب وتشخص کو جس نقصان سے دوچار ہونا پڑے گا، اس کا اندازہ 'انگریزی ذریعۂ تعلیم: شیوۂ غلامی' (جون ۲۰۱۲ء) پڑھ کر ہوا۔ فی الحقیقت اُردو زبان کی حفاظت دینی و اسلامی سرمایے کی حفاظت کے مترادف ہے، جس کے لیے ہر باشعور اور محبّ وطن پاکستانی کو اپنا حصہ ڈالنا چاہیے۔

فقیر واصل واسطی ،لاہور

'جنسی تعلیم اسلامی اقدار کی تناظر میں' (جون ۲۰۱۲ء) بہت ہی اچھا لکھا۔ مگر اس میں بھی ڈاکٹر صاحب کی شانِ اجتہادی نمایاں ہے۔ دو مثالیں ملاحظہ ہوں۔ قرآن کریم جنسی جذبے کو حلال و حرام اور پاکیزگی اور نجاست کے تناظر میں بیان کرتا ہے تاکہ حصولِ لذت ایک اخلاقی ضابطے کے تحت ہو نہ کہ فکری اور جسمانی آوارگی کے ذریعے۔ چنانچہ عقیدۂ نکاح کو ایمان کی تکمیل اور انکارِ نکاح کو اُمت مسلمہ سے بغاوت کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے (ص ۶۴)۔ پتا نہیں یہ کسی آیت کا ترجمہ ہے یا حدیث کا، یا کوئی اجماعی قانون ہے؟ ایک اور جگہ وعن شبابه فيما ابلاه سے درج ذیل نتیجہ اخذ کیا ہے۔ احادیث بار بار اس طرف متوجہ کرتی ہیں کہ یوم الحساب میں جو سوالات پوچھے جائیں گے، ان میں سے ایک کا تعلق جوانی سے ہے اور دوسرے کا معاشی معاملات سے۔ گویا جنسی زندگی کا آغاز شادی کے بعد ہے، اس سے قبل نہیں (ص ۶۶)۔ ایک تو یہ کہ الفاظِ حدیث عام ہیں۔ دوسرے یہ کہ جوانی اور شادی میں کیا نسبتِ مساوات ہے؟